ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کی تاریخ

محمد فاروق خاں

ترتیب

دعوت اسلام ۵

پیغمبر اسلام ۶

صحابہ کرامؓ ۶

محمد بن قاسم ۸

مالابار ۱۰

لنکا ۱۲

مالدیپ ۱۳

سندھ ۱۴

دکن ۱۴

وسطی ہند ۱۶

پنجاب ۱۶

گجرات ۱۶

کشمیر ۱۷

بنگال ۱۷

آسام ۲۰

ہندو تاجر ۲۰

صوفیہ وعلماء ۲۰

بعض عام انفرادی کوششیں ۲۱

مسلم حکمرانٔ بادشاہ ۲۱

اسلام کی کامیابی کے خاص اسباب ۲۳

دین فطرت ۲۳

مساوات ۲۳

دین آفاقی ۲۴

روحانی پیاس ۲۴

حوالہ جات ۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندستان میں اشاعت اسلام

(درعہدِ ماضی)

دعوت اسلام

اسلام نے مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود حق وصداقت سے بہرہ مند ہوں بلکہ وہ دوسرے بندگان خدا کو بھی حق سے آشنا کریں۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے :

ادع الی سبیل ربك بالحکمه والموعظة والحسنة و
جادلهم بالتی هی احسن . (النحل : ۱۲۵)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور ان سے ایسے طریقے پر مباحثہ کرو جو بہتر سے بہتر ہو۔)

اسلام نے اپنے پیرووں کے دلوں میں اشاعت اسلام کا وہ جذبہ پیدا کیا جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ہی ملے گی۔ انہوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی کہ ان کی اصل ذمہ داری حق کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ یہ ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جو حق کو قبول کریں، جن تک حق کی دعوت پہنچی ہو۔ کسی کو جبراً اسلام کے دائرے میں داخل کرنا اسلام کے قطعاً خلاف ہے۔ چناں چہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے :

و ان تولوا فانما علیك البلاغ . (آل عمران : ۲۰)

(اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو تم پر تو صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے :

فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین۔ (المائدہ : ۹۲)

(اگر تم منہ موڑتے ہو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینے ہی کی ذمہ داری ہے۔)

ایک اور جگہ فرمایا گیا :

ماعلی الرسول الا البلاغ . (المائدہ : ۹۹)

(رسول پر تو صرف پہنچا دینے ہی کی ذمہ داری ہے۔)

پیغمبر اسلام

اسلام کا پیغام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں جزیرۂ عرب سے باہر دوسرے ملکوں میں پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے خود قیصر وکسریٰ کو دعوتی خط روانہ فرمایا تھا۔ دنیا سے آپ کو رخصت ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا۔ اور اس کا پیغام دور دراز کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ جہاں تک ہندستان کا تعلق ہے خود حضور ﷺ کو اس ملک سے خصوصی دل چسپی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ ملک دین حق کی برکات سے محروم نہ رہے۔ چناں چہ آپ نے ان لوگوں کو بشارت دی جو ہندستان میں دعوت حق کے پہنچانے کی عظیم ذمہ داری ادا کریں گے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے ان میں سے ایک جماعت وہ ہے جو ہندستان کے غزوے میں شریک ہو گی"۔ (نسائی)

صحابہ کرامؓ

آپؐ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے ہندستان کی طرف توجہ کی۔ ۱۵ھ سے صحابہ

کرامؓ کے نفوس قدسیہ سے ہندستان کو فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ہندستان میں صحابہؓ کی آمد ۱۵ھ سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ بعد تک جاری رہا۔ حضرت عمرو بن العاص ثقفیؓ جو بحرین کے گورنر تھے، حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عمان کے راستے سے ہند کے ساحل پر ایک لشکر بھیجا تھا، یہ لشکر تھانہ (بمبئی) اور بھڑوچ (گجرات) تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ بھی بحرین کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے تین طرف سے ہندستان پر فوج کشی کی تھی۔ یہ فوج کشی ان کے بھائی حکم بن ابی العاصؓ کی سرکردگی میں کی گئی تھی، اس مہم میں تھانہ (علاقہ بمبئی) اور بھڑوچ (گجرات) دونوں ساحلی مقاموں پر فتح حاصل ہوئی۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ نے ایک بحری فوج اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کی زیر قیادت دیبل کی طرف روانہ کی تھی۔ یہ لشکر بھی فتحیاب ہوا۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ لشکر کشی کا اصل مقصد اشاعتِ اسلام تھا۔ جنگ کی نوبت اسی وقت آتی جب اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں۔

حضرت علیؓ نے ۳۰ھ میں حارث بن مرہ عبدیؓ کو اس کی اجازت دی کہ وہ رضاکاروں کی جماعت لے کر ہندستان کا رخ کریں۔ ① حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہؓ نے بھی ہندستان کی طرف رخ کیا تھا۔ ② حضرت مہلبؓ نے دریائے سندھ کو پار کر کے ملتان تک فتح کر لیا تھا، اسی لیے بعض تاریخ کی کتابوں میں انہیں ہندستان کا فاتح اول کہا گیا ہے۔ ③

۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے، اپنی خلافت کے ایام میں انہوں نے ہندستان کے راجاؤں کو خطوط لکھے۔ ان خطوط میں انہیں اسلام لانے کی دعوت دی گئی اور انہیں اسلام کی خوبیوں سے واقف کرایا گیا۔ بہت سے لوگ ایمان لائے بھی۔ آپ نے عمر بن مسلم باہلی کو سندھ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا اور تمام راجاؤں کو خط تحریر فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

> "تم اسلام قبول کر لو۔ بت پرستی کی ظلمت سے نکل آؤ۔ اگر تم مسلمان ہوتے ہو تو ہم تمہیں تمہاری ریاست پر بدستور قائم رکھیں گے۔ تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور تمہارے ساتھ ہمارا سلوک سب مسلمانوں جیسا

ہو گا اور تمہیں اپنا بھائی سمجھیں گے"۔

جب یہ خطوط رؤسائے ہند کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے ابن داہر نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد دوسرے راجاؤں نے بھی جو عام طور پر اس کے رشتے دار ہوتے تھے، اسلام قبول کر لیا اور اپنا اسلامی نام رکھا۔

محمد بن قاسم

ہندستان میں اشاعتِ اسلام کے تعلق سے محمد بن قاسم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ محمد بن قاسم کی فوج کشی کے وقت لنکا میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی اور عربوں کی تجارت کا ایک مرکز بن چکا تھا۔ لنکا سے عرب تاجروں کا ایک جہاز عراق جارہا تھا جس کو سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب راجا داہر کے لوگوں نے لوٹ لیا۔ عرب تاجروں کو قید کر لیا گیا جن میں ایک لڑکی بھی تھی۔ حجاج کو جب اس کی اطلاع ملی تو حجاج نے راجا داہر کو لکھا کہ عربوں کو عزت کے ساتھ بصرہ روانہ کردے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دے۔ داہر نے اس مطالبے کو رد کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ حرکت تو بحری ڈاکوؤں کی ہے جو میرے بس سے باہر ہیں۔

حجاج نے محمد بن قاسم کو لشکر کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت صرف ۱۷ سال تھی۔ لیکن وہ بڑی سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ محمد بن قاسم سندھ جاتے ہوئے سیر ستان کے علاقے سے گزرے تو چنا قوم نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ چھپ کر مسلمانوں کے حالات سے واقفیت بہم پہنچائے۔ وہ جب اسلامی لشکر کے قریب آیا تو اس وقت محمد بن قاسم نماز کے لیے صفیں درست کرا رہے تھے۔ اسلامی لشکر نے محمد بن قاسم کی امامت میں نماز ادا کی۔ چنا قوم کے آدمی نے بچشم خود جو کچھ مشاہدہ کیا واپس جا کر بے کم و کاست اپنی قوم سے بیان کیا۔ قوم پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا۔ اس قوم کے لوگ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت اہل لشکر

دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے اس قوم کو آتے دیکھ کر اسے "مرزوق" کے نام سے یاد کیا۔ بعد میں یہی اس قوم کا لقب ہو گیا۔ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ فتح ملتان یعنی ۶۵ھ سے پہلے کا ہے۔

محمد بن قاسم کے زمانے سے ہندستان میں مسلمانوں کے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے انہوں نے سندھ کو فتح کیا، محمد بن قاسم نے یہاں کے لوگوں میں اعلان کرایا کہ تم سب آزاد ہو، تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا، کسی کے مذہب میں کسی قسم کی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ محمد بن قاسم نے حجاج کی نصیحت کو اپنے پیشِ نظر رکھا۔ حجاج نے کہا تھا:

"ہر ایک کو کلمہ اسلام کی دعوت دینا جو کوئی مشرف بہ اسلام ہو جائے اس کی تربیت کا نظم کرنا"۔⑤

قیامِ حکومت کے ساتھ ساتھ محمد بن قاسم دعوتِ حق کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تربیتی ادارے، مساجد و مدارس بھی قائم کیے۔ محمد بن قاسم نے الور میں مدرسے کے علاوہ دار القضاء بھی قائم کیا تھا۔ دیبل کی فتح ۹۳ھ کے بعد وہاں چار ہزار مسلمانوں پر مشتمل ایک کالونی آباد کی گئی۔ ایک مسجد کی تعمیر بھی ہوئی۔ یہ چار ہزار افراد حقیقت میں چار ہزار مبلغین اسلام تھے۔⑥

محمد بن قاسم کا اتنا اچھا اثر تھا کہ جب وہ سندھ سے رخصت ہونے لگے تو صرف مسلمان ہی نہیں بل کہ ہندو بھی ان کی جدائی پر اشک بار ہو گئے اور کہا کہ ... آپ جیسا مہربان فاتح کبھی بھی نصیب نہیں ہوا۔ ہم آپ کے محاسن کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ انہوں نے محمد بن قاسم کی یاد میں محمد بن قاسم کے نام سے ایک دھرم شالہ بھی تعمیر کیا۔ کچھ ہندوؤں اور بودھوں نے محمد بن قاسم کا اسٹیچو بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔⑦

سندھ میں عربوں کی فتوحات کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں

کو"اہل کتاب" کا درجہ دیا۔ یعنی وہ یہود و نصاریٰ کے برابر ہو گئے۔ ہندوؤں کو یہ درجہ دینے کا فیصلہ عراق میں گورنر حجاج اور دمشق میں خلیفہ نے بڑے غور و خوض اور مشوروں کے بعد کیا۔ اس فیصلے کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ جب لوگوں نے ایک بار اطاعت قبول کرلی تو ہمیں عام ٹیکس لینے کے علاوہ ان پر کوئی حق حاصل نہیں رہتا۔ جب وہ ذمیوں کے شمار میں آگئے تو ہمیں ان کی زندگیوں اور ان کی جائدادوں میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس لیے ان کو پرستش کے لیے مندر بنانے کی ضرور اجازت دو، کسی بھی شخص کا اپنے مذہب کی پیروی کرنا ممنوع اور قابل سزا نہیں ہے۔ کسی بھی شخص کو انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکنے مت دو تاکہ وہ اپنے گھروں میں ہنسی خوشی سے زندگی بسر کر سکیں۔ ⑧

①مالابار

ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ہی اسلام پھیلنے لگا تھا اور جب مسلم فوجیں لڑائیوں میں مصروف تھیں، اس وقت بھی کتنے ہی مسلم علماء و مشائخ کے ذریعے سے اشاعت کا کام ہو رہا تھا۔ خاص طور سے پنجاب اور بنگال میں بہت سے لوگ ان کی تقاریر کے اثر سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ⑨ رہی بات مالابار کے علاقے میں اسلام کے پھیلنے کی تو وہاں اولین دور میں اسلام کی مقبولیت کی وجہ وہاں کے راجا سامری (سامدری) کا مسلمان ہونا بتایا جاتا ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت لنکا کی طرف جا رہی تھی لیکن مخالف ہوا کی وجہ سے ان کی کشتی مالابار کے شر کون (کوچن) پہنچ گئی۔ اس جماعت نے وہاں کے حاکم (راجا) سامری جسے زمورن (چیرامن پرومل) بھی کہا جاتا ہے، سے ملاقات کی۔ یہودیوں، نصرانیوں نے سامری کو اسلام کے بارے میں غلط باتیں بتا رکھی تھیں۔ اب سامری کو تحقیق کا موقع ملا۔ اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کیں۔ گفتگو کے دوران شق القمر کی بات بھی آئی۔ اس حادثے کا ذکر اس کے یہاں روزنامچے میں بھی درج تھا، وہ مسلمان ہو گیا۔ ⑩

ایک روایت فرشتے نے یہ بیان کی ہے کہ سامری نے شق القمر کا منظر خود دیکھا تھا۔ فرشتہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے، لالہ ہنس راج کو یہ خیال آیا کہ وہ یہ تحقیق کریں کہ مالابار میں اسلام کیسے پہنچا۔ انہیں ایک مندر میں مالابار کے ایک پرانے راجا کی لکھی ہوئی کتاب ملی جس میں راجا کے مسلمان ہونے کا واقعہ درج تھا۔ راجا نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے ایک رات کو چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے خود دیکھا تھا۔ سامری کو انگریز زمورن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دراصل یہ لقب تھا، اصل نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

تحفتہ المجاہدین کے حوالے سے تاریخ فرشتہ میں یہ قصہ نقل ہوا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے کہ عرب اور عجم کے کچھ فقراء و مشائخ سراندیپ جا رہے تھے۔ بادِ مخالف ان کو مالابار کے ساحل پر لے آئی۔ وہاں کا راجا سامری (زمورن) مسلمان ہو گیا لیکن اس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا۔ راجا عرب گیا، عرب ہی میں اس کا انتقال ہوا۔ مرتے وقت اس نے تائید کی کہ ہم سبھی کا مقصد اسلام کی اشاعت ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ مالابار اپنا تاجرانہ سفر جاری رکھیں۔ وہاں قیام کریں، مکان بنائیں اور لوگوں کو دین حق کی طرف متوجہ کریں۔ راجا نے اپنی زبان میں خطوط بھی لکھ کر عرب تاجروں کے حوالے کیے۔ جب انہوں نے وہ خطوط مالابار کے حاکم کو دکھایا تو وہ مہربان ہو گیا۔ اس طرح اشاعت اسلام کی راہ یہاں ہموار ہوئی اور مسلمانوں نے کولم، گرنگانور، کالی کٹ، منگلور، کالنجر کوٹ وغیرہ کئی مقامات پر مساجد تعمیر کیں، یہاں مسلمانوں کی عزت ہونے لگی۔ (۱۱)

مدراس اور مالابار کے اطراف میں جو لوگ بستے تھے وہ ویدک یا برہمنی مذہب کے پیرو نہیں تھے، ان کی اکثریت ہندستان کے قدیم باشندوں پر مشتمل تھی جن کو آریوں نے اس علاقے میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ مالابار اور اس کے اطراف میں جو پرانی قوم آباد ہے، وہ نائر کہلاتی ہے۔ اس کے پاس اپنا کوئی باقاعدہ مذہب نہ تھا۔ ہندو اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اسلام میں انہوں نے اپنی عزت محسوس کی اور تیزی سے یہ قوم اسلام کی طرف بڑھی۔

یہ پورا کا پورا علاقہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا اگر یہاں پُرتگیز نہ پہنچتے۔ پُرتگیزوں نے عربوں کے تجارت کا راستہ بند کر دیا اور یہاں کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ عرب اور مصر سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں۔ عرب سے ہندستان کے ساتھ تجارتی تعلقات اسلام سے پہلے سے چلے آرہے تھے، عرب تاجر خلیج فارس کے بندرگاہوں سے ہوتے ہوئے سندھ آتے تھے اور پھر سمندر کے کنارے کنارے کوکن اور گجرات کے ساحل سے گزر کر مدراس پہنچتے اور یہاں سے مشرقی بنگال اور آسام ہو کر چین کی طرف نکل جاتے تھے۔ راستے میں مالدیپ، سیلون، جاوا، سماترا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کی طرف بھی رخ کرتے تھے، پُرتگیزوں نے مالابار اور اس کے اطراف میں اسلام کی اشاعت کی راہ میں بڑی رکاوٹ کھڑی کر دی ورنہ اس علاقے کا نقشہ آج کچھ دوسرا ہوتا۔ عرب اور ایران کے سوداگروں کی کوشش سے گجرات اور دکن کا علاقہ پورا کا پورا مسلمان ہو جاتا۔ پندرہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں مالابار کی کل آبادی کا پانچواں حصہ مسلمان تھا۔ (12)

شیخ شریف بن ملک کے اثر سے بھی مالابار کے ایک راجا نے اسلام قبول کیا تھا، یہ واقعہ دوسری صدی ہجری کا ہے۔ (13) مکانات تعمیر کریں اور لوگوں کو دین حق کی طرف متوجہ کرنے کا فریضہ انجام دیں، راجا نے اپنی زبان میں خطوط لکھ کر بھی عرب تاجروں کے حوالے کیے۔ جب وہ خطوط تاجروں نے مالابار کے حاکم کو دکھایا تو وہ مہربان ہو گیا اس طرح اشاعت اسلام کی راہ یہاں ہموار ہوئی اور مسلمانوں نے کولم، گرانگانور، کالی کٹ، منگلور، کالنجر کوٹ وغیرہ کئی مقامات پر مساجد تعمیر کیں۔ اسی زمانہ میں موپلہ قوم کے لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

② لنکا

جزیرۂ سیلون میں اسلام دوسری صدی ہجری میں مسلم سیاحوں کے ذریعہ سے پہنچا، ان سیاحوں میں شیخ شریف بن ملک اور ملک بن دینار زیادہ مشہور و ممتاز ہیں۔ ان ہی کی کوششوں سے گرانگانور کا راجا مسلمان ہوا تھا۔ ایک ایرانی مسلم شخصیت ابن شہریار کے نزدیک ہندستان کے جزیروں میں سب سے پہلے سراندیپ (لنکا) میں سب سے پہلے اسلام کی روشنی پھیلی۔

اس کے بعد مالابار کا وہ علاقہ ہے جہاں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ⑭ ابن شہریار (م ۴۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ جب عرب تاجروں کے ذریعہ سے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر سراندیپ کے لوگوں نے سنی تو انہوں نے ایک ممتاز شخص کو تحقیق کوائف کے لیے عرب بھیجا۔ ⑮

اس کے بعد یہاں اسلام کی اشاعت تیزی سے ہونی شروع ہو گئی۔ تاریخ فرشتہ کی رو سے ہندستان میں اسلام کا پہلا مرکز سیلون ہے اور تحقیق کے لیے جو پہلا وفد عرب روانہ ہوا تھا اس کا تعلق بھی سیلون ہی سے تھا۔ عرب تاجروں کے قافلوں کی آمد کا ایک سلسلہ یہاں قائم ہو گیا تھا۔ لنکا کے راجا کو صحابہ کے عہد مبارک (۴۰ھ) میں ہی مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

③ مالدیپ

مالدیپ اسلام کا دوسرا مرکز تھا۔ جزائر مالدیپ پر مسلمانوں نے کوئی چڑھائی نہیں کی۔ ۸ویں صدی عیسوی میں وہاں کا راجا مسلمان ہو گیا، پھر ساری آبادی ہی نے اسلام قبول کر لیا، یہاں کے راجا اور یہاں کے باشندوں کے ایمان لانے کا سبب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی کی ذات گرامی تھی، شیخ ابوالبرکات مالدیپ میں ایک شخص کے مہمان تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی کو اچھے لباس پہنا رہے ہیں اور اس کا بناؤ سنگار کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے ساتھی لوگ رو بھی رہے ہیں۔ شیخ نے سبب دریافت فرمایا تو انہیں بتایا گیا کہ ہر سال سمندر میں ایک بڑی طغیانی آتی ہے۔ اس طوفان کو فرو کرنے کے لیے ایک اکلوتی لڑکی کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ نوجوان میزبان نے کہا کہ اس سال باری میری لڑکی کی ہے۔ میں راجا کے حکم سے مجبور ہوں کہ اپنی لڑکی کو بھینٹ چڑھا دوں۔ شیخ نے کہا اس کے بجائے مجھے لباس پہنا کر بھیج دو۔ میں بلا سے نپٹ لوں گا۔ میزبان نے انکار کیا کہ میں کیسے ایک مہمان کو ہلاکت کے حوالے کر سکتا ہوں! مگر شیخ نے بے حد اصرار کیا اور بالآخر انہیں سمندر سے ملحق ایک مندر میں چھوڑ آئے تاکہ وہ سمندری طوفان کی نذر ہو جائیں اور لوگ بلا سے نجات پالیں۔ زور کا جوار بھاٹا چڑھا۔ کہتے ہیں کہ ایک خوف ناک بلا مندر میں داخل ہوئی، شیخ قرآن مجید کی

تلاوت کرتے رہے بلا سہم کر خود ٹل گئی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہاں کا راجا اور رعایا سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آٹھ سو سال تک سلطان زیر اثر رہا۔ یکم جنوری ۱۹۵۳ء میں مسلم ممالک میں ایک نئی جمہوریت کا اضافہ ہوا۔

④ سندھ

سندھ اور اس کے اطراف میں صحابہ کرامؓ کی تشریف آوری ہوئی، جس کی وجہ سے یہاں کا چپہ چپہ لائق صد احترام ہے۔ آج سے تقریباً چھ سو برس پہلے سید یوسف الدین یہاں تشریف لائے۔ یہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں خواب میں حکم ہوا تھا کہ وہ بغداد چھوڑ کر ہندستان جائیں اور وہاں کے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ ۱۴۲۲ء میں وہ سندھ تشریف لائے اور دس سال تک وہ سندھ میں مقیم رہے اور اشاعت اسلام کے کاموں میں خود کو مصروف رکھا۔ آپ کی کوششوں سے لوہانہ قوم کے سات سو خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔

مشرقی سندھ اور علاقہ بہاول پور میں سید جلال بخاری کی تعلیم کے زیر اثر حق کی روشنی پھیلی۔ ان کی اولاد میں سے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر پنجاب کے بیسیوں قبیلے ایمان لے آئے۔

⑤ دکن

عرب تاجر، سپاہی اور مبلغ یہاں بہمنی خاندان اور بیجاپور کے بادشاہوں کے دور حکومت میں آئے۔ ان کی دعوت اور ان کی عملی نمونوں سے متأثر ہو کر لوگ ایمان لے آئے۔ ⑯

دکن کے مغربی اضلاع میں ذات پات کا نظام بہت ہی جابرانہ تھا۔ تراونکوڑ میں بعض پست قوموں کے لیے لازم کر دیا گیا تھا کہ وہ برہمنوں سے کم سے کم ۷۴ قدم دور رہا کریں۔ سڑک پر چلیں تو آواز کرتے چلیں تا کہ برہمنوں کو ان کی آمد کی خبر ہو جائے۔ پست ذات کے

لوگ اس ذلت سے نجات پانے اور معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے کثرت سے اسلام میں داخل ہوگئے۔ ⑰ مناولی علاقے میں شنار نام کی ایک قوم پست قوموں میں شمار کی جاتی تھی حالاں کہ مادی اور تعلیمی و معاشرتی لحاظ سے عام ہندوؤں سے آگے تھی۔ ہندو ان سے اہانت آمیز سلوک کرتے تھے۔ چند شنار مندر میں داخل ہوگئے تو ہندوؤں نے انہیں زدوکوب کیا۔ اس پر شناروں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ چناں چہ تقریباً چھ شنار تو اسی روز مسلمان ہوگئے۔ جب آس پاس کے دیہاتوں تک اس کی خبر پہنچی تو شنار قوم مسلمان ہوتی چلی گئی۔

کہتے ہیں کہ دکن میں اسلام کی ابتدا پیر مہا بیر کھمدایت سے ہوئی جو سات سو برس پہلے بیجاپور تشریف لائے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور بزرگ جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے وہ بھی یہاں پہنچے۔

جنوبی ہند کی ایک قوم (راوتسن) ہے اس کی زبان تامل ہے اور آج کل یہ زیادہ ترمدلدورہ، تنولی، کوئمبٹو، شمالی ارکاٹ اور نیل گری کے اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چند مبلغوں کی تلقین سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور سید نثار شاہ (۹۶۹ء تا ۱۰۳۹ء) تھے۔ موصوف نے ترچنا پلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ مسلمانوں نے ان کے نام پر ترچنا پلی کا نام نثار نگر رکھا تھا۔ اس قوم کے لوگ ان مبلغوں کی قبروں کا آج تک احترام کرتے ہیں۔ ان مبلغوں میں سید ابراہیم شہید بھی قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ حمید (۱۵۳۲۔۱۶۰۰ء) کا نام بھی معروف و مشہور ہے۔ یہ شمالی ہند مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ دعوتی اسفار میں صرف کیا۔ آخر میں انہوں نے ناگور میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ جنوبی ہند میں ایک قوم دودکلا ہے، اس قوم کا پیشہ کپاس صاف کرنا اور کپڑے بننا ہے۔ اس قوم کا بیان ہے کہ یہ قوم بابا فخرالدین کی تبلیغ سے اسلام میں داخل ہوئی۔

ہدایت کے لیے مدراس بھی چند بزرگوں کا رہینِ منّت ہے، جن میں سب سے زیادہ معروف و مشہور سید نثار شاہ ہیں، جن کا مزار ترچنا پلی میں ہے اور دوسرے بزرگ سید ابراہیم

شہید ہیں، جن کا مزار ارداری میں ہے۔ تیسرے بزرگ شاہ الحامد ہیں، جو ناگ پور میں آرام فرما ہیں۔ نیو گنڈہ کی طرف کی اسلامی آبادی بالعموم اسلام لانے میں اپنے کو بابا فخر الدین کی رہینِ منّت سمجھتی ہے۔ بابا فخر الدین ہی کی شخصیت ہے جن کے ہاتھ پر وہاں کا راجا بھی مسلمان ہوا تھا۔

⑥ وسطی ہند

خواجہ معین الدین اجمیریؒ (م ۶۳۲ ھ) کی برکت سے راج پوتانہ میں خاص طور پر اسلام کی اشاعت ہوئی۔ انہوں نے راج پوتانہ کے علاوہ یوپی، بہار اور دکن میں بھی سلسلۂ تبلیغ کو شروع کیا۔ امپیریل گزیٹر کے مطابق میو قوم کی اسلام لانے کی تاریخ ہزار عیسوی یا اس کے بعد کی ہے۔ یہ قوم سید سالار مسعود غازی کے ہاتھ پر ایمان لائی۔

⑦ پنجاب

پنجاب میں سب سے پہلے داعی اسلام حضرت سید اسمٰعیل نجاری تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں لاہور میں ان کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی تقریر سننے آتے تھے۔ آپ کی برکت سے بہت سے لوگ اسلام سے فیض یاب ہوئے۔ ایک اور بزرگ حضرت سید صدر الدین اور ان کے صاحب زادے حضرت حسن کبیر الدین بھی پنجاب کے بہت بڑے مبلغ رہے ہیں۔ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ پانچویں صدی ہجری میں لاہور آچکے تھے۔ ان کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں کا سلسلہ ملتان اور کوہ شوالک کے دامن تک پہنچا۔ سید اسماعیل نجاری نے لاہور میں قیام کر کے دعوتی کام کو بہت زیادہ وسعت دی۔ یہ شہاب الدین غوری کے پہلے حملے سے قبل تشریف لائے تھے۔

⑧ گجرات

کچھ اور گجرات میں حضرت امام شاہ پیرانویؒ اور ملک عبد اللطیفؒ کی کوششوں سے اسلام کی

اچھی خاصی اشاعت ہوئی۔ گجرات کے مسلمان تاجروں کا بھی اسلام کی تبلیغ میں بڑا حصہ ہے۔

⑨ کشمیر

سلطان رین چند شاہ کے عہد میں کشمیر میں اسلام کے داعیوں کی آمد شروع ہوئی۔ سب سے پہلے سید شرف الدین بلبل شاہ تشریف لائے۔ سلطان رین چند شاہ سید صاحب سے متأثر ہو کر (چودھویں صدی عیسوی میں) ان کے دست حق پر اسلام لے آئے۔ کشمیر کے باشندے اس نئے مذہب سے بے حد متأثر ہوئے اور یہاں کی بیشتر آبادی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئی۔ رین چند شاہ کا اسلامی نام صدر الدین رکھا گیا۔

سید حسین سمنانی (م ۷۷۳ھ) شاہ شہاب الدین کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے استقبال کے لیے لل دید گئی اور ان کی خاص مرید ہو گئی۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ وہ سید حسین سمنانی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ (18)

چودھویں صدی کے آخر میں سید علی احمد ہمدانی سات سیدوں کے ہم راہ ایران سے تشریف لا کر کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں لگ گئے۔ پندرہویں صدی کے آخر میں ایک شیعہ مبلّغ شمس الدین عراق سے آئے۔ ان کے ہاتھ پر بھی بہت سے ہندو ایمان لے آئے۔ کِستوار کا راج پوت راجا سید شاہ فرید الدین کی کرامت سے متأثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ اس کی پیروی میں اس کی اکثر رعایا نے بھی اسلام قبول کیا۔ (19)

سیف الدین خاندانی برہمن حضرت سید میر محمد ہمدانی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ سید میر محمد نے کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے اخلاق و کردار اور کرامات سے اس قدر لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

⑩ بنگال

سب سے پہلے یہاں سید جلال الدین تبریزیؒ نے دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ حضرت تبریزیؒ ۱۲۰۰ء میں بنگال پہنچے وہاں لکشمن سین کی حکومت تھی۔ سید العارفین کے مطابق ان کی وفات ۱۲۲۴ء میں ہوئی۔ شیخ جلال الدینؒ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ اسلام کی بیداری کے خاص آثار بنگال میں ۹اویں صدی میں نمایاں ہوئے۔ متعدد جماعتوں نے اس صوبے میں مبلغین روانہ کیے۔ انہوں نے توہمات کو دور کرنے کی کوشش کی اور دینی جذبے کو ابھارا اور اسلام کی اشاعت کی۔ (20)

ابنِ بطوطہ نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے علاوہ کئی دوسرے بزرگ بھی بنگال آئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام کیا۔ ان بزرگوں میں سے ایک شیخ سراج الدین بھی تھے، انہیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کا حکمراں بھی ان کا مرید تھا ان کی وفات ۱۳۵۷ء میں لکھنوتی میں ہوئی۔

شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے ایک مرید خاص شیخ علاء الدین علاء الحق ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مرشد کے انتقال کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے ذریعے سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ شیخ علاء الحق سے زیادہ اسلام کو فروغ ان کے صاحب زادے نور الحق کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بنگال میں اسلام کی کافی اشاعت ہوئی۔

ریاض السلاطین جو بنگال کی سیاسی تاریخ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جب راجا گنیش تخت پر بیٹھا تو اس نے بہت سے علماء و مشائخ کو قتل کرادیا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ بنگال میں اسلام کی اشاعت نہ ہو۔ شیخ نور الحق نے جو نور قطب عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جون پور کے بادشاہ ابراہیم شرقی کو مدد کے لیے لکھا۔ جون پور سے ایک بڑی فوج بنگال کے لیے روانہ ہوئی۔ راجا ڈرا اس نے شیخ سے سفارش کرانی چاہی۔ شیخ نے اسے اسلام کی تلقین کی۔ راجا تو نہیں مگر اس کی اجازت سے اس کا بیٹا جدو مسلمان ہو گیا۔ فوج واپس ہو گئی۔ راجا گنیش کے مرنے کے بعد جدو سلطان جلال الدین ابو مظفر شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس

کے عہد میں بنگال میں کثرت سے اسلام پھیلا۔ حضرت نور قطب عالم کی وفات ۱۸۱۸ء مطابق ۱۴۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت نور قطب کے بعد ان کے بیٹوں نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام جاری رکھا۔ ان میں سے شیخ حسام الدین نے اس سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ یہ بزرگ صاحبِ تصنیف تھے۔

صوفیہ اور مشائخ نے بنگال میں اشاعت اسلام کے جو کارنامے انجام دیے ان کے متعلق ایک انگریز مورخ مسٹر سٹیلپن نے لکھا ہے :

"اس زمانہ میں داعیان اسلام اور مبلغ علماوصوفیہ کی بڑی تعداد آگئی تھی، ان مجاہدین اوّلین (Soldier Saints) کا اسلام کی تاریخ میں وہی مرتبہ و مقام ہے جو صلیبی جنگوں کی تاریخ میں ہے"۔

بالاکوٹ کی ٹریجڈی --- جس میں سید احمد رائے بریلویؒ اور مولانا شاہ اسماعیلؒ نے جام شہادت نوش کیا ہے --- سے پہلے ہی سید صاحبؒ نے اپنے بعض رفقاء کو ملک کے مختلف علاقوں میں داعی بناکر روانہ کر دیا تھا۔ چناں چہ مولانا محمد علی رام پوری پہلے حیدر آباد پھر مدراس بھیجے گئے انہیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ مولاناولایت علی کو حیدر آباد دکن اور مولانا عنایت علی عظیم آبادی کو بنگال میں دعوت اسلامی کی خدمت سپرد ہوئی۔ مولاناعنایت علی کی سعی و جہد سے بنگال میں اسلام کو نئی زندگی ملی۔ بقول مولاناغلام رسول مہر سید صاحب اور ان کے جانشینوں کا سب سے اہم اور نتیجہ خیز کام بنگال میں احیائے اسلام کا تھا۔ انہوں نے بنگال میں ایک دینی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ جس کے روحِ رواں حاجی شریعت اللہ، حاجی محمد حسین، مولانا کرامت علی جون پوری، مولانا عنایت علی عظیم آبادی، مولانا امام الدین، صوفی نور محمد چاٹگامی اور ان کے ہزاروں حوصلہ مند متبعین تھے۔ جنہوں نے اشاعت اسلام اور اصلاح امت کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آسام

آسام میں حضرت شیخ جلال الدین فارسیؒ اسلام کی نعمت لے کر تشریف لے گئے۔ اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں ان کی سعی لائق تحسین ہے۔ سلہٹ میں ان کا مزار ہے۔

ہندو تاجر

ہندو تاجر جو موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ قدیم زمانے سے۔ بحرین کی منڈی میں ان کی آمد و رفت تھی۔ بحرین پر مسلمانوں کا قبضہ نبی ﷺ کے عہدِ مبارک ہی میں ہو گیا تھا۔ ہندو تاجر یہاں آتے، مسلمانوں سے ان کا ملنا جلنا ہوتا، بہت سے ہندو مسلمانوں کے اخلاق سے متأثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے اور پھر اسلام کا پیغام لے کر لوٹتے اور برادرانِ وطن تک پہنچاتے تھے۔

صوفیہ و علماء

ہندستان میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں صوفیائے کرام اور علماء نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس کا اعتراف آرنلڈ، ڈاکٹر سی آر ولسن اور ڈاکٹر راجندر پرساد تک نے کیا ہے۔ جب مجدّد الف ثانیؒ جہاں گیر کے حکم سے قید کیے گئے تو انہوں نے قید خانے میں اپنے وعظوں اور تلقین سے سیکڑوں ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ (21)

سید شاہ فرید الدینؒ نے کِستوار کے راجا کو اسلام میں داخل فرمایا۔ اس راجا کے ذریعے سے اس علاقے میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ زمانہ عالم گیر کا ہے۔ ناسک میں اب تک حضرت محمد صادق سرمستؒ اور خواجہ اخوند میر حسینیؒ کی برکتوں کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ دھاڑواڑ کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ ہاشم گجراتی کا فیض بتاتے ہیں۔ حضرت شیخ ہاشم ابراہیم عادل شاہ کے مرشد تھے۔

بہت سے بزرگ محمد غزنوی کے ساتھ ہندستان آئے تھے۔ انہوں نے دعوت وارشاد

کا کام ہندستان میں رہ کر کیا (۱۰۰۲ھ)۔ ان داعیان میں ایک مشہور بزرگ شیخ ابو شکور سالمی بھی تھے جو ابو محمد چشتیؒ کے حکم سے محمود غزنوی کے ساتھ ہندستان آئے۔ موصوف نے میوّ قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اشاعت دین کی غرض سے ان کے درمیان سکونت اختیار کی۔ مخدوم علی ہجویری لاہوریؒ کے ہاتھ پر کثیر تعداد میں لوگ ایمان لائے جن میں سے رائے راجو کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ آپ نے اسے شیخ ہندی کا لقب عطا فرمایا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ جوق در جوق لوگ آپ کے دست مبارک پر ایمان لے آئے۔ سید احمد توختہ ترمذی نے لاہور کو اپنا وطن بنایا۔ آپ کے ذریعے سے ہزاروں ہی اشخاص کو ایمان کی دولت حاصل ہوئی۔

بعض عام انفرادی کوششیں

بعض لوگوں نے انفرادی طور پر دعوت و تبلیغ سے دل چسپی لی۔ مولوی بقا حسین خاں گھوم پھر کر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ چند سال میں دو سو اٹھائیس اشخاص آپ کے ذریعے سے ایمان لے آئے۔ ان کا تعلق کان پور، اجمیر، ممبئی اور دیگر شہروں سے تھا۔ مولوی حسن علی کے ذریعے سے پچیس افراد مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں سے ۱۲ پونہ کے تھے اور باقی حیدر آباد و دیگر شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔ نو مسلم شیخ عبید اللہ اپنے مطالعے اور تحقیق سے ایمان لے آئے اور ۴۶ سال تک دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہے۔ ۷۵ ۳ گھرانوں کو انہوں نے مشرف بہ اسلام کیا۔

مسلم حکمراں و بادشاہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم بادشاہوں نے تبلیغ دین کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ فاتحین جنہوں نے شمالی ہند یا دکن میں حکومتیں قائم کیں وہ اشاعتِ اسلام کے فریضے کا احساس نہیں رکھتے تھے اور یہ بھی ہے کہ بعض کو ملک گیری اور خانہ جنگی کی وجہ سے اس کا موقع ہی نہ مل سکا

کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو سکتے۔ فاتح مسلمان اکثر مغل یا تاتاری تھے جنہیں دین کا وہ فہم حاصل نہیں تھا جو انہیں حاصل ہونا چاہیے تھا۔ دورِ اول کے عرب مسلمانوں اور تاجروں میں جو جوش و خروش دکھائی دیتا ہے وہ ان کے یہاں ناپید نظر آتا ہے۔ یہاں سر آرنلڈ کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ اس نے اپنی مشہور کتاب Preaching of Islam میں لکھا ہے :

"ہندستان کے مسلم فاتحین کے دلوں میں سرے سے وہ خیال موجود ہی نہیں تھا جسے دوسروں کی آخرت کی بھلائی چاہنے کا خیال کہتے ہیں اور جو دین کے ہر سچے اور داعی کے دل میں ہوا کرتا ہے اور جس نے خود اسلام کی اشاعت میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔ خلجی، تغلق اور لودھی بالعموم اس طرح مصروفِ جنگ رہے کہ اسلام کو فروغ دینے کے کام کے لیے انہیں مہلت ہی نہ مل سکی"۔

یہاں ہم فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱ء) کا ایک استثناء ہے۔ فیروز شاہ تغلق کے اندر دعوت و تبلیغ کا جذبہ موجود تھا۔ اس نے اپنی خود نوشت سوانح میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہندستان کے مسلم حکمرانوں کی تاریخ میں یقیناً ایک نادر شے ہے۔ وہ لکھتا ہے :

"میں نے کفر میں مبتلا اپنی رعایا کو رسول خدا ﷺ کے دین کو قبول کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ میں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی کلمۂ شہادت پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گا جزیے کی ادائیگی سے وہ بری الذمہ قرار پائے گا۔ عوام کے کانوں تک جب یہ خبر پہنچی تو بہت سے ہندو حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ روزانہ ہی ہر طرف سے لوگ آتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور جزیے سے انہیں معاف کر دیا جاتا تھا۔ واپس لوٹتے تو انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر"۔ (22)

مسلمان بادشاہوں میں اورنگ زیب عالم گیرؒ کے دل میں بھی فروغِ اسلام کی تمنا پائی جاتی تھی لیکن باقاعدہ منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے کا موقع اسے نہیں ملا۔ تاریخ فرشتہ

میں ہے:

"فروغِ اسلام کے جوش و جذبے میں اس نے تو نو مسلموں کے ساتھ دریادلی سے فیاضی دکھائی لیکن ساتھ ہی اس نے دوسرے مذہبوں کے پیرووں پر مذہبی امور میں کسی سختی کا روادار نہیں ہوا"۔ (23)

اسلام کی کامیابی کے خاص اسباب

۱- دینِ فطرت

اسلام دین فطرت ہے، وہ جبر و تشدد سے بے نیاز ہے۔ عقل سلیم خود اسے تسلیم کرتی ہے۔ پروفیسر V.A.Smith نے لکھا ہے کہ دوسری قومیں ہندستان میں آکر ہندووں میں جذب ہو کر رہ گئیں لیکن پروفیسر L.Mukherji کے بقول ہندستان میں جب مسلمان آئے تو اپنے ساتھ اپنا تمدن بھی لے آئے، جس نے ملک کو بے حد متأثر کیا۔ تاراچند نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اسلام ہندستان میں دین کا نہایت سادہ اصول لے کر آیا۔ اس نے جو عقائد پیش کیے وہ بھی نہایت واضح اور متعین تھے۔ معاشرتی تنظیم اس کی جمہوری بنیادوں پر قائم تھی۔ اس کے گہرے اثرات ملک پر پڑے۔ نویں صدی کے ربع اول سے پہلے ہی مالابار کا تاجدار اسلام قبول کر چکا تھا۔ (24)

کارلائل نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام کی کامیابی کا راز ان کا روادارانہ مسلک تھا۔ (25)

۲- مساوات

اسلام کے ظہور کے وقت انسانیت رنگ و نسل، قوم و وطن اور زبانوں کی بنیاد پر تفرقے میں مبتلا تھی۔ لوگوں میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق پائی جاتی تھی۔ ادنیٰ سمجھے جانے والے لوگوں کو

حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اسلام نے آکر اعلان کیا کہ روئے زمین کے سارے ہی انسان ایک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں اونچ نیچ کا امتیاز بے معنیٰ ہے۔ اسلام کی اس تعلیم میں خاص کر اس طبقے کے لیے بے حد کشش تھی جو دبا کر رکھا گیا تھا۔

۳۔ دینِ آفاقی

اسلام حقیقت میں ایک آفاقی دین ہے۔ اس کی بنیاد توحیدِ الٰہی اور اخوتِ انسانی پر رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی تنزل کے دور میں بھی اسلام کو سماترا اور ملایا میں پھیلتے ہوئے دیکھا ہے جب کہ ہلاکو بغداد کو تباہ کر چکا تھا اور مسلمان قرطبہ اور غرناطہ سے بے دخل کیے جا چکے تھے۔ آرنلڈ نے لکھا ہے:

> "گیارہویں صدی عیسوی میں سلجوقی ترکوں نے اور تیرہویں صدی میں مغلوں نے مسلمانوں کی گردنیں کاٹیں لیکن ان دونوں ہی فاتح قوموں نے مفتوح کا دین بہ رضا و رغبت قبول کیا"۔ (26)

۴۔ روحانی پیاس

اسلام سے دو ہزار سال پہلے کے زمانے کو ہندستان میں ظلمتِ بسیط کہا جا سکتا ہے۔ مہاتما بدھ کی تعلیم کے تیزی سے پھیلنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ملک کو پہلے سے صداقت کی تلاش تھی۔ بدھ مت کے زوال کے بعد ویدانت کا غلبہ حاصل ہوا۔ محض ویدانت کے اصولوں سے تمدن و معاشرت کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ ملک میں ایسے مسالک کی اشاعت ہوئی جن کے فحش اور حیا سوز اور ظالمانہ کارناموں سے اہلِ علم واقف ہیں۔ ہندستان میں اسلام اس وقت پہنچا جب کہ ملک کو اس کی شدید ضرورت تھی۔

اسلام میں روحانیت کا ایک بلند درجہ اور اعلیٰ مفہوم ہے۔ جن لوگوں کو روحانی پیاس تھی وہ بے اختیار اسلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ اب اس کے لیے جنگلوں میں سخت ترین ریاضت

کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پھر اسلام لوگوں کے لیے صرف ذہنی سکون اور روحانی مسرت کی بشارت ہی لے کر نہیں آیا تھا بل کہ وہ غلبہ و عزت کی خبر بھی دیتا تھا۔ اس لیے جو لوگ رہبانیت کے نظریے سے مطمئن نہیں تھے ان کے لیے اسلام میں خاص کشش پائی جاتی تھی۔ بندگانِ خدا کے حقوق کی ادائیگی، عہد کی پابندی اور عدل و انصاف پر اسلام نے جس قدر زور دیا ہے شاید ہی کسی نے دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی برتری کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو عملی لحاظ سے اسلام سے دور رہے۔

بھارت میں امرت پُتر و کہہ کر خطاب کرنے والے تو پائے جاتے تھے لیکن دائمی حیات اور اخروی زندگی کا تفصیلی اور مستند نقشہ پیش کرنے سے وہ بالکل ہی قاصر تھے۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ آخرت کی زندگی کا کامل، واضح اور حیات آفریں نقشہ پیش کیا بل کہ اس نے قربِ خداوندی کے صحیح مفہوم سے بھی دنیا کو آگاہ کیا۔ یہ مفہوم تھا جس سے ذہنوں کو بھی اطمینان حاصل ہوا اور دلوں کو بھی قرار ملا۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) عرب ہند: عہد رسالت میں ص ۹۹
(۲) فتوح البلدان، فتح سندھ
(۳) تاریخ فرشتہ (ابوالقاسم فرشتہ)
(۴) فتوح البلدان (بلاذری)
(۵) چچ نامہ ص ۱۳۶
(۶) فتوح البلدان (اردو ترجمہ) ج ۲، ص ۴۲۵
(۷) آئینہ حقیقت ج ۱، ص ۱۰۱، غازی محمد بن قاسم ص ۵۵
(۸) چچ نامہ ص ۱۶۸-۱۶۹
(۹) History of India, Dr.C.R.Wilson,p.82
(۱۰) تاریخ فرشتہ
(۱۱) تاریخ فرشتہ بحوالہ تحفۃ المجاہدین ج ۲، ص ۳۰۷ (نول کشور)
(۱۲) preaching of Islam, Arnold p.219. Indian Islam by M.T.Titus p.39
(۱۳) Arnold p.217
(۱۴) عجائب الہند
(۱۵) ایضاً
(۱۶) Arnold p.221
(۱۷) Arnold p.220
(۱۸) مل دید۔ از جے لال کول ص ۴۰
(۱۹) Arnold p.241-247
(۲۰) Arnold p.330
(۲۱) Arnold p.336
(۲۲) Elliot, Vol.3, p.386
(۲۳) تاریخ ہند از الیکزنڈر ج ۳، ص ۳۶۱، طبع لندن (۱۸۱۲ء)
(۲۴) ہندستانی تہذیب پر اسلام کے اثرات ص ۳۴
(۲۵) Hero and Heroworship. p.80
(۲۶) Arnold p.2